یہ خوش اپنے مہ سے رہے شہریار
کہ روشن رہے شہر پروردگار

غرض شہر سے باہر اک سمت کو
کوئی باغ تھا شہ کا اُس میں سے ہو

گھڑی چار تک خوب سی سیر کر
رعیت کو دکھلا کے اپنا پسر

اُسی کثرتِ فوج سے ہو سوار
پھرا شہر کی طرف وہ شہریار

سواری کو پہونچا گئی فوج اُدھر
گئے اپنی منزل میں شمس و قمر

جہاں تک کہ تھیں خادمانِ محل
خوشی سے وہ ڈیوڑھی تک آئیں نکل

قدم اپنے حجروں سے باہر نکال
کیا سب نے آ پیشوا[1] حال[2] حال

بلائیں لگیں لینے سب ایک بار
کیا جی کو یکدست[3] سب نے نثار

گیا جب محل میں وہ سروِ رواں
بندھا ناچ اور راگ کا واں سماں

پہر رات تک پہنے پوشاک وہ
رہا ساتھ سب کے طربناک وہ

قضا را وہ شب تھی شبِ چاردہ
پڑا جلوہ لیتا تھا ہر طرف مہ

نظارے سے تھا اُس کے دل کو سرور
عجب عالم نور کا تھا ظہور

عجب لطف تھا سیرِ مہتاب کا
کہے تو کہ دریا تھا سیماب[4] کا

ہوا شاہزادے کا دل بیقرار
یہ دیکھی جو واں چاندنی کی بہار

کچھ آئی جو اُس مہ کے جی میں ترنگ
کہا آج کوٹھے پہ بچھے پلنگ

خواصوں نے جا شاہ سے عرض کی
کہ شہزادے کی آج یوں ہے خوشی

ارادہ ہے کوٹھے پہ آرام کا
کہ بھایا ہے عالم لبِ بام کا

کہا شہ نے اب تو گئے دن نکل
اگر یوں ہے مرضی تو کیا ہے خلل

لہ پیشوا-پیشوائی- استقبال ۱۲ ؎۲ جلد جلد ۱۲ ؎۳ یکدست- سراسر ۱۲ ؎۴ سیماب- پارہ ۱۲-آسی

پرا آشنا ہو اُس سے خبردار ہوں
جنھوں کی ہو چوکی وہ بیدار ہوں

لبِ بام پر جب وہ سوئے صنم
کریں سورۂ نور کو اُس پہ دم

تمھارا مرا بول[2] بالا رہے
یہ اس گھر کا قائم اُجالا رہے

کہا تب خواصوں نے حق سے امید
یہی ہے کہ ہم بھی رہیں روسپید

پھریں حکم لے واں سے پھر شاہ کا
بچھونا وہیں جا کیا ماہ کا

قضا را وہ دن تھا اُسی سال کا
غلط وہم ماضی میں تھا حال کا

سخن مولوی[3] کا یہ سچ ہے قدیم
کہ آگے قضا کے ہو احمق حکیم

بڑے اپنے اپنے جو سب عیش بیچ
نہ سمجھے زمانے کی کچھ اونچ نیچ

یہ جانا کہ یوں ہی رہے گا یہ دَور
زمانے کا سمجھا اُنھوں نے نہ طور

کہ اس بے وفا کی نئی ہے ترنگ
یہ گرگٹ بدلتا ہے ہر دم میں رنگ

کرا[4] بادۂ عیش در جام ریخت
کہ صد شام بر فرق صبحش نریخت

ندارد[5] تعجب ز نیرنگ دہر
کہ آرد ز یک حقہ تریاک و زہر

داستان شاہزادے کے کوٹھے پر سونے کی اور پری کے اُڑا لے جانے کی

شتابی سے اُٹھ ساقی سیمبر
کہ چاروں طرف ماہ ہے جلوہ گر

لہ مراد پہرہ ۱۲ ؎۲ بول بالا- عزت- آبرو- عروج ۱۲ ؎۳ مقولہ مولانا روم- چون قضا آید طبیب ابلہ شود ۱۲
؎۴ آسمان نے کس کے پیالے میں شراب عیش دی ہے کہ اُس کی صبح کے سر پر سو شامیں نہیں ڈالیں یعنی پھر اس کو تکلیف نہیں پہونچائی ۱۲ ؎۵ تو زمانے کی نیرنگی سے تعجب نہ کرنا کہ یہ ایک ہی ڈبہ میں تریاق اور زہر رکھتا ہے ۱۲-آسی

بلوریں گلابی میں دے بھر کے جام — کہ آیا بلندی پہ ماہِ تمام
جوانی کہاں اور کہاں پھر یہ سن — مثل ہے کہ ہے چاندنی چار دن
اگر مے کے دینے میں کچھ دیر ہے — تو پھر جانیو یہ کہ اندھیر ہے
وہ سونے کا جو تھا جڑاؤ پلنگ — کہ سیمیں تنوں کو ہو جس پر اُمنگ
سراسر اوقچے[1] زری باف کے — کہ تھے رشک آئینۂ صاف کے
بچھی چادر اک اُس پہ شبنم[2] کی صاف — کہ ہو چاندنی جس صفا کی غلاف
کسے اُس پہ کسنے[3] وہ مقیش کے — کہ جھبوں[4] میں تھے جس کے موتی لگے
دھرے اُس پہ تکیے کئی نرم نرم — کہ مخمل کو ہو جس کے دیکھے سے شرم
کہاں تک کوئی اُن کی خوبی کو پائے — جسے دیکھ آنکھوں کو آرام آئے
وہ گل تکیے[5] اُس کے جو تھے رشک ماہ — کہ ہر وجہ تھی اُن کو خوبی میں راہ
کبھی نیند میں جبکہ ہوتا تھا وہ — تو رخسار رکھ اُس پہ سوتا تھا وہ
چھپائے سے ہوتا نہ حسن اُس کا ماند — دیے تھے لگا اُس کے مکھڑے کو چاند
ہوئی دونوں کے حسن کی ایک جوت[6] — کہ جیسے ہوں دو چشموں کے ایک سوت
زبس نیند میں تھا جو وہ ہو رہا — بچھونے پہ آتے ہی وہ سو رہا
وہ سویا جو اس آن سے بے نظیر — رہا پاسباں اُس کا بدر منیر
ہوا اُس کے سونے پہ عاشق جو ماہ — لگا دی ادھر اُس نے اپنی نگاہ

۱؎ اوقچے صاف سفید چادر جس کے کناروں پر کام ہوتا ہے اور بچھانے کے کام آتی ہے ۱۲ ۲؎ شبنم ایک باریک کپڑا ۱۲ ۳؎ کسنا۔ پلنگ کسنے کی ڈوری۔ کسنے جمع ۱۲ ۴؎ ایک قسم کا پھندنا۔ گچھا ۱۲ ۵؎ ایک قسم کے چھوٹے گول تکیے جو رخسار کے نیچے رکھے جاتے ہیں ۱۲ ۶؎ جوت۔ روشنی۔ اُجالا ۱۲ آسی

وہ مہ اُس کے کوٹھے کا ہالہ ہوا — غرض واں کا عالم دوبالا ہوا
وہ پھولوں کی خوشبو وہ ستھرا پلنگ — جوانی کی نیند اور وہ سونے کا رنگ
جہاں تک کہ چوکی کے تھے باری دار[1] — ہوا جو چلی سو گئے ایک بار
غرض سب کو واں عالم خواب تھا — مگر جاگتا ایک مہتاب تھا
قضارا ہوا اک پری کا گذر — پڑی شاہزادے پہ اُس کی نظر
بھبھوکا[2] سا دیکھا جو اُس کا بدن — جلا آتش عشق سے اُس کا تن
ہوئی حسن پر اُس کے جی سے نثار — وہ تخت اپنا لائی ہوا سے اُتار
جو دیکھا تو عالم عجب ہے یہاں — منور ہے سارا زمیں آسماں
دوپٹے کو اُس مہ کے منہ سے اُٹھا — دیا گال سے گال اپنا ملا
اگرچہ ہوئی تھی زیادہ ہوس — ولیکن حیا نے کہا اُس کو بس
مے عشق میں پھر یہ سوجھی ترنگ — کہ لے چلیے اس کا امانت پلنگ
محبت کی آئی جو دل میں ہوا — وہاں سے اُسے لے اُڑی دلربا
ہوا جب زمیں سے وہ شعلہ بلند — ہوا یہ ستارہ سا چمکا دو چند
شب مہ میں وہ یوں زمیں سے اُٹھا — چلے شیر جس طرح سے جوش کھا
جلے رشک سے اُس کے شمع و چراغ — کہ اُس مہ کا پہونچا فلک پر دماغ
غرض لے گئی آن کی آن میں — اُڑا کر وہ اُس کو پرستان میں
کبھی دل رہے خوش کبھی دردمند — زمانے کی جیسے ہے پست و بلند

۱؎ باری دار۔ نمبردار پہرہ چوکی دینے والے ۱۲
۲؎ بھبھوکا۔ آگ کا شعلہ ۱۲ آسی۔

داستان حالت تباہ کرنے ماں باپ کی شاہزادے کے غائب ہونے سے

شتابی مجھے ساقیا دے شراب — کہ یہ حال سن کر ہوا دل کباب
یہاں کا تو قصہ میں چھوڑا یہاں — ذرا اب سنو غم زدوں کا بیاں
کروں حال ہجراں زدوں کا رقم — کہ گذرا جدائی سے کیا اُن پہ غم
کھلی آنکھ جو ایک کی واں کہیں — تو دیکھا کہ وہ شاہزادہ نہیں
نہ ہے وہ پلنگ اور نہ وہ ماہرو — نہ وہ گُل ہے اُس جا نہ وہ اُس کی بو
رہے دیکھ یہ حال حیران کار — کہ یہ کیا ہوا ہائے پروردگار
کوئی دیکھ یہ حال رونے لگی — کوئی غم سے جی اپنا کھونے لگی
کوئی بلبلائی سی پھرنے لگی — کوئی ضعف کھا کھا کے گرنے لگی
کوئی سر پہ رکھ ہاتھ دلگیر ہو — گئی بیٹھ ماتم کی تصویر ہو
کوئی رکھ کے زیرِ زنخداں چھڑی — رہی نرگس آسا کھڑی کی کھڑی
رہی کوئی اُنگلی کو دانتوں میں داب — کسی نے کہا گھر ہوا یہ خراب
کسی نے دیے کھول سنبل سے بال — طمانچوں سے جوں گل کیے سُرخ گال
نہ بن آئی کچھ اُن کو اس کے سوا — کہ کہیے یہ احوال اب شہ سے جا
سنی شہ نے القصہ جب یہ خبر — گرا خاک پر کہہ کے ہائے پسر
کلیجہ پکڑ ماں تو بس رہ گئی — کلی کی طرح بکس رہ گئی
ہوا گم جو یوسف پڑی یہ جو دھوم — کیا خادمانِ محل نے ہجوم

کہا شہ نے واں کا مجھے دو پتا — عزیزو جہاں سے وہ یوسف گیا
گئیں لے وہ شہ کو لب بام پر — دکھایا کہ سوتا تھا یہاں سیمبر
یہی تھی جگہ وہ جہاں سے گیا — کہا ہائے بیٹا تو یاں سے گیا
مرے نوجواں میں کہاں جاؤں پیر — نظر تو نے مجھ پر نہ کی بے نظیر
عجب بحر غم میں ڈبویا ہمیں — غرض جان سے تو نے کھویا ہمیں
کروں اس قیامت کا کیا میں بیاں — ترقی پہ ہر دم تھا شور و فغاں
لب بام کثرت جو یکسر ہوئی — تلے کی زمیں ساری اوپر ہوئی
شب آدھی وہ جس طرح سوتے کٹی — رہی تھی جو باقی وہ روتے کٹی
عجب طرح کی شب تھی ہیہات وہ — قیامت کا دن تھا نہ تھی رات وہ
سحر نے کیا جب گریبان چاک — اُڑانے لگے مل کے سب سر پہ خاک
اُٹھا شہر میں ہر طرف شور و غل — کہ غائب ہوا اس چمن سے وہ گل
غم و درد سے دل جو سب کا بھرا — ہوا باغ سارا وہ ماتم سرا
گیا جبکہ وہ سرو اُس باغ سے — نظر پھول آنے لگے داغ سے
اکڑنا گئے سرو سب اپنا بھول — اُڑانے لگیں قمریاں سر پہ دھول
صدا اب ہو کوئی انھوں کی سنے — تو کُوکُو سے اُن کی جگر تک بھُنے
ہوئے خشک اور زرد سارے نہال — ثمر رگ کے پاؤں ہوئے پائمال
ترانے سے بلبل کا جی ہٹ گیا — گلوں کا جگر درد سے پھٹ گیا
تبسم گیا حُزن سے غنچہ بھول — ہوا غم سے از بس لہو پی کے پھول
اُڑا نور نرگس کی آنکھوں کا سب — ہوئے بال سنبل کے ماتم کی شب

لب جوے اُڑانے لگی گرد گرد / گل اشرفی کا ہوا رنگ زرد
لگی آگ لالے کے دل کو تمام / دیا خاک میں پھینک عشرت کا جام
پڑا ماتم اس باغ میں بسکہ سخت / ہوے نخل[1] ماتم تمامی درخت
گرے غم سے انگور مدہوش ہو / پڑے سارے سایے سیہ پوش ہو
لگے تھے جو پتے درختوں کے ساتھ / وہ ہل ہل کے ملتے تھے آپس میں ہاتھ
وہ لبریز جو نہر تھی جا بجا / سو آنکھوں کو وہ رہ گئی ڈبڈبا
اُچھلتے تھے فوارے جو اُس کے واں / گیا سب نکل اُن کا تاب و تواں
مژہ پر جو کچھ اشک تھے جھڑ گئے / غرض روتے روتے گڑھے پڑ گئے
ہوا حال چشموں کا یاں تک تباہ / کیا رخت پانی نے اپنا سیاہ
کہاں وہ کنوئیں اور کہاں آبشار / کوئی دل میں روتا کوئی دھاڑ[2] مار
نہ بگلوں کا عالم نہ وہ قرقرے / نہ وہ آبجوئیں[3] نہ سبزے ہرے
جہاں رقص کرتے تھے طاؤس باغ / لگے بولنے واں منڈیروں پہ زاغ
سہانی وہ چھائیں جو دلچسپ تھیں / تو کیا ہو کہ اب دل لگی واں نہیں
منقش جہاں تھے وہ رنگیں مکاں / ہوے سب وہ جوں دیدۂ خونچکاں
گلوں کی طرح کھل رہے تھے جو دل / سو وہ سب خزاں سے ہوئے مضمحل
خزاں کا الم دل میں جو آ گڑا / جگر برگ گل کی طرح جھڑ پڑا
نہ غنچہ نہ گل نے گلستاں رہا / فقط دل میں اک خار ہجراں رہا
وزیروں نے دیکھا جو احوال شاہ / کہ ہوتی ہے اب اس کی حالت تباہ

[1] نخل ماتم - تابوت ۱۲ آسی [2] دہاڑ مار کر رونا - چلّا کر رونا ۱۲ [3] آبجو - ندی ۱۲ - آسی

کہا گو جدائی گوارا نہیں / ولیکن خدائی سے چارا نہیں
نہیں خوب اتنا تمھیں اضطراب / نصیبوں سے شاید ملے وہ شتاب
خدا جانے اب اس میں کیا بھید ہے / یہ کہتے ہیں جیتوں کو امید ہے
خدا کی خدائی جو معمور ہے / غرض اُس کے نزدیک کیا دور ہے
نہیں ایک صورت پہ کوئی مدام / اُسی کی غرض ذات کو ہے قیام
یہ کہہ اور شہ کو بٹھا تخت پر / بہر نوع رہنے لگے یک دگر
لٹایا بہت باپ نے مال و زر / ولیکن نہ پائی کچھ اُس کی خبر

داستان شہزادے کو پرستان میں لیجانے کی

مجھے دے کے مے کھوج اُس کا بتا / ذرا خضر رہ ہو تو ہی ساقیا
نہ پائی کہیں یاں تو اُس گل کی بو / کروں اب پرستان میں جستجو
اُڑی وہ پری واں سے لیکر اُسے / اُتارا پرستاں کے اندر اُسے
وہاں ایک تھا سیر کا اُس کے باغ / کہ جس کے گلوں سے ہو تازہ دماغ
ریاحین و گل اُس میں انواع کے / طلسمات گل اس میں انواع کے
طلسمات کے سارے دیوار و در / نہ بانکے سے کوٹھے نہ بانکے سے گھر
مطلا[1] منقش[2] مشبک[3] تمام / پہ کیا ہو جو ہو دھوپ کا اُس میں نام
گرے چھنکے واں اس لطافت سے دھوپ / کہ زردی کا جوں زعفراں پر ہو روپ
نہ آتش کا خطرہ نہ بارش کا ڈر / نہ سردی نہ گرمی کا اُس میں خطر

[1] سونے کا کام ۱۲ [2] منقش - نقشین ۱۲ [3] مشبک - جالی دار ۱۲